مکرم باسل احمد بشارت صاحب

تیسری صدی کے مجدد

حضرت امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ

نام ونسب

آپ کا نام محمد، کنیت ابوعبد اللہ اور لقب ناصر الحدیث تھا۔ اپنے پڑدادا شافع بن سائب کی نسبت کی وجہ سے آپ ''شافعی'' کہلوائے۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے: ابوعبد اللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع۔ آپ کا تعلق قریش کی شاخ بنو ہاشم سے تھا اور عبد مناف پر جا کر آپ کا سلسلہ نسب رسول کریم ﷺ سے جاملتا ہے۔ آپ کے جدامجد سائب بن عبید غزوہ بدر میں بنو ہاشم کے علمبر دار تھے۔ جنگ میں قیدی بنے اور فدیہ دے کر رہائی پا کر اسلام قبول کیا۔

آپ کی والدہ ایک صالحہ، حاذقہ، عالمہ اور مجاہدہ خاتون تھیں۔ ان کے نسب کے بارہ میں اختلاف ہے۔ بعض مؤرخین کے نزدیک وہ ہاشمیہ تھیں اور ان کا نام فاطمہ تھا جبکہ دیگر مؤرخین کے نزدیک ان کا تعلق یمن کے قبیلہ ازد سے تھا اور ان کی کنیت ام حبیبہ تھی۔ بہر حال ان کا یہی شرف کافی ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے ایک عظیم امام کو جنم دیا اور پروان چڑھایا۔

پیدائش

آپ کی پیدائش سے قبل آپ کی والدہ نے خواب میں دیکھا کہ مشتری (ستارہ) ان کے بطن سے نکلا اور مصر پر ٹوٹا اور اس کے روشن ٹکڑے ہر شہر میں جا گرے۔ معبرین نے اس کی تعبیر یہ کی کہ ایک عظیم عالم ان کے بطن سے پیدا ہوگا جو بلاد اسلام کو علم سے بھر دے گا۔

(مناقب شافعی للرازی صفحہ 36)

اس رؤیا کے مطابق امام شافعی 150ھ میں فلسطین کے شہر ''غزہ'' میں پیدا ہوئے۔ 150ھ وہی سال ہے جس میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کی وفات ہوئی۔

(توالی التاسیس لابن حجر عسقلانی جزء1 ص49)

تعلیم وتربیت

آپ کے والد ادریس نے روزگار کی تلاش میں مکہ سے فلسطین ہجرت کی تھی اور آپ کی پیدائش کے کچھ عرصہ بعد ہی وفات پا گئے۔ اس کے بعد آپ کی والدہ آپ کو عسقلان لے گئیں اور آپ کی پرورش نہایت عمدہ طریق پر کرنے لگیں پھر وہاں سے یمن لے گئیں، جب آپ کی عمر دس سال ہوئی تو آپ کی والدہ کو اس بات کا اندیشہ ہوا کہ اپنے خاندان سے دوری کے باعث کہیں آپ کا شریفانہ نسب بھلا نہ دیا جائے اور ضائع نہ ہو جائے نیز ادراک ہوا کہ شافعی کی صحیح تربیت غزہ کی بجائے مکہ میں ہی ہو سکتی ہے جہاں ان کا خاندان اور قبیلہ آباد ہے جہاں علم وفضل ہے، جہاں ان کے بچے کی زبان کو فصاحت و بلاغت مل سکتی ہے اور اس کے لئے مکہ کی طرف رخت سفر باندھا۔

مکہ میں آپ کو ایک علم الانساب کے ماہر کے پاس بھیجا گیا اس نے آپ کو کہا کہ طلب علم میں جلدی مت کریں پہلے کچھ کما لیں کوئی ذریعہ معاش بنالیں۔ تو آپ نے فرمایا: میری لذت تو حصول علم میں ہے۔ (توالی التاسیس جزء1 ص 110)

اس کے بعد آپ ایک مکتب میں حصول علم کے لئے داخل ہوئے لیکن غربت کی وجہ سے معلم کی پوری اجرت نہ دینے کی وجہ سے اس کی صحیح نظر التفات نہ پاسکے۔ جب معلم تدریس سے فارغ ہو جاتا تو امام شافعی بچوں کو کتاب پڑھایا کرتے۔ اس یتیم ذکی الفہم قریشی بچے کا حافظہ بلا کا تھا۔ جب معلم بچوں کو آیت املاء کروا رہا ہوتا تھا تو املاء کے اختتام تک آپ نے وہ آیت حفظ کر لی ہوتی تھی جب معلم نے یہ دیکھا تو ایک دن کہا کہ میرے لئے جائز نہیں کہ میں آپ سے کوئی اجرت لوں اور پھر جو تھوڑی بہت اجرت امام شافعی کی والدہ سے وصول کرتا تھا وہ بھی لینا بند کر دی۔ چنانچہ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا اور مؤطا امام مالک دس سال کی عمر میں یاد کر لی۔

(مناقب شافعی للبیہقی جزء1 ص 94)

امام شافعی کہتے ہیں کہ جب میں نے قرآن ختم کیا تو میں مسجد میں جا کر علماء کی مجالس میں بیٹھتا اور احادیث یا کوئی مسئلہ بیان ہوتا تو اس کو یاد کر لیتا اور ہم مکہ میں شعب خیف میں بیٹھا کرتے تھے۔ میں بہت غریب تھا حتی کہ کاغذ وغیرہ بھی نہیں خرید سکتا تھا تو میں ہڈیوں اور استعمال شدہ کاغذوں کی پشت پر لکھ لیا کرتا تھا۔ (مناقب شافعی للرازی صفحہ 37)

مبشر خواب

آپ کا حقیقی علم تو خدا داد تھا جو رسول اللہ ﷺ کے توسط سے آپ کو عطا ہوا۔ امام شافعی فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اے لڑکے! تم کس قبیلہ سے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپؐ کے قبیلہ سے۔ آپؐ نے فرمایا: میرے قریب آؤ۔ میں قریب ہوا تو آپؐ نے اپنا لعاب دہن میری زبان، منہ اور ہونٹوں پر لگایا اور فرمایا کہ جاؤ، اللہ تم پر برکت نازل فرمائے۔ (مناقب شافعی للرازی صفحہ 36)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک اور دفعہ بھی خواب میں رسول اللہ ﷺ کو مسجد الحرام میں لوگوں کی امامت کرتے دیکھا۔ نماز کے بعد جب آپؐ لوگوں کو علم سکھانے لگے تو میں رسول اللہ ﷺ کے قریب ہوا اور کہا کہ مجھے بھی سکھایئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی آستین سے ایک میزان (ترازو) نکال کر مجھے عنایت فرمائی اور فرمایا یہ تیرے لئے ہے (اللہ تجھے ہدایت دے)۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک معبر کے پاس اپنی یہ خواب بیان کی تو اس نے کہا کہ آپ رسول اللہ کی سنت پر قائم ہوتے ہوئے امام اور عالم بنیں گے۔ کیونکہ مسجد الحرام کا امام تمام ائمہ سے افضل ہے اور جہاں تک میزان کا تعلق ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کو علم حقائق الاشیاء سے نوازا جائے گا۔

(مناقب شافعی للرازی صفحہ 36)

تیر اندازی اور گھڑ سواری

آپ کو علم کے ساتھ کھیل کا بھی شوق تھا۔ تیر اندازی اور گھڑ سواری میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ آپ اپنے بچپن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے تیر اندازی میں حصہ لیا اور دس میں سے دس نشانے لگائے۔ اسی طرح آپ بھاگتے گھوڑے پر چھلانگ لگا کر سوار ہو جاتے تھے۔ آپ نے اس بارہ میں ایک کتاب ''کتاب السبق والرمی'' بھی لکھی۔

(مناقب الشافعی للبیہقی جزء2 ص 129-127)

تعلیم فقہ اور امام مالک کی شاگردی

امام شافعی نحو وادب سیکھنے کے لیے نکلے تو مفتی مکہ مسلم بن خالد زنجی سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ تعارف کے بعد انہوں نے شافعی کو ان کی ذہانت اور کمال حافظہ کی وجہ سے علم فقہ سیکھنے کا مشورہ دیا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں ساری رات اس بارہ میں سوچتا رہا۔ پھر ایک خواب کی بنیاد پر فقہ سیکھنا شروع کیا۔ آپ کی ذہانت، ذکاوت اور قوت حفظ کی وجہ سے مسلم بن خالد آپ سے کافی مانوس تھے اور فقہ وحدیث کی تعلیم تین سال تک دی۔ بعد میں آپ کی خواہش پر ایک خط دے کر مدینہ امام مالک رحمہ اللہ کی خدمت میں بھجا۔ اس وقت آپ کی عمر قریباً 13 برس تھی۔ امام مالک کے پاس جب آپ نے خط پیش کیا تو امام مالک نے کہا کہ یا سبحان اللہ! اب کیا رسول اللہ کا علم اس قابل رہ گیا ہے کہ رسائل سے حاصل کیا جائے۔

امام شافعی آگے بڑھے اور کہا کہ میں بنو مطلب سے ہوں اور اپنا سارا حال کہہ سنایا۔ تو امام مالک نے آپ کو ایک نظر دیکھا۔ امام مالک صاحب فراست تھے۔ پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ امام شافعی نے فرمایا: محمد۔ تو امام مالک نے کہا کہ اے محمد! اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا اور معاصی سے بچتے رہنا۔ پس یقیناً وہ عنقریب تمہاری شان ظاہر کر دے گا۔ پھر کہا یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل پر نور ڈالا ہے تم اسے معصیت سے بجھا نہ دینا۔ پس کل جہاں سے مؤطا پڑھنی ہے لے کر آنا۔ امام شافعی نے کہا کہ میں اپنے حافظہ سے اسے پڑھوں گا۔ اگلے روز جب امام مالک نے آپ سے مؤطا سنی تو آپ کی قراءت انہیں بہت پسند آئی اور انہیں اپنی شاگردی میں لے لیا۔ پھر امام مالک کی وفات تک آپ نے مدینہ میں زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ اس دوران صحابہ کرام، تابعین اور امام مالک رحمہ اللہ کی فقہ کو اچھی طرح سمجھا اور یاد کیا۔ (مناقب الشافعی للرازی ص39)

مکرم باسل احمد بشارت صاحب

امام مالک اور دیگر فقہائے مدینہ نے آپ کی قابلیت کو جاننے کے بعد متفقہ طور پر پندرہ سال کی عمر میں انہیں فتویٰ دینے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ مفتی مکہ مسلم بن خالد زنجی نے امام شافعی سے فرمایا: ''اے ابوعبد اللہ لوگوں کو فتویٰ دے۔ خدا کی قسم تو فتویٰ دینے کے قابل ہو گیا ہے۔''

(توالی التاسیس جزء1 ص 124)

سفر یمن اور ولایت نجران

امام مالک کی وفات کے بعد غربت کی وجہ سے والی یمن کے ساتھ چلے گئے جہاں ان کے سپرد مختلف کام ہوئے جن کو امام شافعی نے بڑی تندہی سے انجام دیا جس کی وجہ سے لوگ آپ کی تعریفیں کرنے لگے اور آپ کے سپرد مزید کام کر دیئے گئے۔ کچھ عرصہ بعد نجران کی ولایت آپ کے سپرد ہوئی۔ وہاں بنو حارث اور موالی ثقیف آباد تھے جو ہر نئے والیٔ نجران کو رشوت دے کر اپنے مقاصد پورے کر لیا کرتے تھے۔ آپ نے ان کی رشوت سے انکار کر دیا اور بغیر کسی رعایت کے عدل وانصاف کا قیام کیا اور سات با اعتماد آدمیوں کی ایک کمیٹی تشکیل دی جن سے آپ تنازعات کے فیصلہ جات میں مشورہ لیا کرتے تھے اور ان سے فیصلے بھی کروایا کرتے تھے۔

(مناقب الشافعی للبیہقی جزء1 ص 107)

قید اور رہائی

آپ کے حسن خلق، عدل وانصاف، طلاقت لسانی اور عالی النسب ہونے کی وجہ سے اہل یمن آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ یہ بات حاسدین کو ہضم نہ ہوئی۔ انہوں نے ہارون الرشید کو آپ کے خلاف

بھڑکایا اور یہ باور کرایا کہ یہ شخص خلافت کا خواہاں ہے اور ایک خط میں علویوں سے ڈراتے ہوئے لکھا کہ ان کے ساتھ یہاں ایک ایسا شخص ہے جسے محمد بن ادریس الشافعی کہا جاتا ہے جس کی زبان تلوار سے بڑھ کر اپنا کام کر دکھاتی ہے۔ اگر آپ کو حجاز سے کچھ واسطہ ہے تو اس شخص کو اپنے پاس لے جائیں۔ (مناقب الشافعی للرازی 40-39) جب ہارون الرشید نے یہ پڑھا تو بصیغۂ راز حماد بربری کو حکم نامہ ارسال کیا کہ شافعی اور تمام مشکوک افراد کو گرفتار کر کے عراق بھجوا دو۔ حکم نامہ پہنچتے ہی حماد بربری نے امام شافعی اور ایک گروہ کو گرفتار کر کے ہارون الرشید کے پاس پہنچا دیا۔ وہ روزانہ دس دس افراد سے پردے کے پیچھے سے بات کرتا رہا اور انہیں قتل کرنے کا حکم دیتا رہا۔ آخر ایک روز امام شافعی کی باری آئی۔ ہارون الرشید نے پہلے تو آپ کے قتل کا حکم دے دیا لیکن پھر آپ کا موقف سننا چاہا۔ تب امام شافعی نے ایسی فصیح و بلیغ اور اثر انگیز تقریر کی کہ ہارون الرشید نے قتل کا ارادہ بدل دیا اور قید میں رکھنے کا فرمان صادر کیا۔ پس آپ کو دارالعامة میں محبوس کر دیا گیا۔ اس عرصہ میں ایک علمی بحث محمد بن حسن کے ساتھ ہوئی جس کا ذکر ہرثمہ نے ہارون الرشید سے کیا۔ اس نے آپ کو بلا کر آپ سے قرآن، حدیث، لغت، شعر و ادب، علم طب، علم نجوم وغیرہ کے متعلق سوالات کیئے جس کے آپ نے کافی و شافی جوابات دیئے۔ پھر ہارون الرشید نے اپنے سامنے محمد بن حسن سے مناظرہ کرنے کا کہا۔ محمد بن حسن نے امام شافعی سے نکاح کے احکام کے بارہ میں سوال کیا جس کا آپ نے پرحکمت جواب دیا پھر امام شافعی نے محمد بن حسن سے سنت نبوی ﷺ کے متعلق ایک سوال کیا جس کا جواب وہ نہ دے سکے۔ یہ دیکھ کر ہارون الرشید نے امام شافعی کی تعریف کی اور آپ کو پانچ سو دینار انعام دے کر رہا کرنے کا حکم دیا۔ ہرثمہ نے پانچ سو اپنے پاس سے ملا کر امام شافعی کو ایک ہزار دینار دے کر رخصت کر دیا۔

(مناقب الشافعی للآبری جزء 1 ص 70، توالی التاسیس لابن حجر جزء 1 ص 16، مناقب الشافعی للبیہقی جزء 1 ص 115)

بغداد میں

195ھ میں امام شافعی بغداد آ کر دو سال وہاں رہے پھر مکہ کی طرف چلے گئے۔ پھر 198ھ میں دوبارہ بغداد آ گئے۔ وہاں آپ نے اپنے علم سے علماء اور لوگوں کو مستفیض کیا۔ علماء کے منتشر گروہوں کو یکجا کیا۔ کتاب اللہ، سنت نبویہ ﷺ اور علم حدیث کی ترویج کی۔ بدعات کے خلاف جہاد کیا۔ علماء آپ کے پاس آ کر حدیثوں کا علم پاتے تھے۔ مامون الرشید بھی آپ کی علمی مجالس میں شامل ہوا کرتے تھے۔ حسین بن علی کہتے ہیں کہ میں نے (اس زمانہ میں) امام شافعی کی مجلس سے بہتر اور شریف کوئی مجلس نہیں دیکھی۔ اس مجلس میں اہل فقہ، اہل حدیث اور اہل شعر شامل ہوتے تھے۔ اہل فقہ اور اہل شعر کے علمائے کبار آپ کی خدمت میں آتے تھے اور سب آپ سے سیکھتے اور مستفید ہوتے تھے۔

حسن بن محمد الزعفرانی کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کی کوئی مجلس ایسی نہیں دیکھی جس میں احمد بن حنبل موجود نہ ہوں۔ امام احمد ہم سے زیادہ امام شافعی کے ساتھ رہتے تھے۔

بغداد میں قیام کے دوران عبدالرحمٰن بن مہدی نے امام شافعی کو قرآن کریم کے معانی و مطالب، حجت اجماع اور کتاب اللہ و سنت رسول سے قرآنی نسخ و منسوخ کی وضاحت پر ایک کتاب لکھنے کی درخواست کی۔ جس پر امام شافعی نے ایک مدلل اور آسان فہم "کتاب الرسالہ" لکھی۔ اس کتاب کی تصنیف کے بعد عبدالرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں جس میں میں نے امام شافعی کے لئے دعا نہ کی ہو۔

(مناقب الشافعی للبیہقی جزء 1 ص 226)

مصر میں آمد

200ھ میں امام شافعی مصر چلے آئے۔ آپ سفر کے دوران بھی علمی کام نہایت تندہی سے کیا کرتے تھے۔ ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کو مصر میں داخل ہونے سے پہلے نصیبین میں دیکھا کہ آپ نہ دن کو کھانا کھاتے اور نہ رات کو سوتے تھے۔ سارا دن علمی کام کرتے رہتے تھے۔ اندھیرا ہوتے ہی خادمہ کو کہتے کہ چراغ جلا دو اور علمی کام میں لگ جاتے جو لکھنا ہوتا وہ لکھ لیتے اور جو مٹانا ہوتا وہ اس جگہ سے مٹا دیتے۔ پھر جب تھک جاتے تو چراغ بجھا کر کمر سیدھی کرنے کے لئے لیٹ جاتے پھر کچھ دیر بعد اٹھ جاتے اور خادمہ کو چراغ جلانے کا کہتے اور کام میں مصروف ہو جاتے۔ ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے کہا کہ اے ابوعبداللہ! اگر چراغ کو جلتا رہنے دیں تو خادمہ کی مشقت کم ہو جائے گی۔ تو کہا کہ یہ چراغ ہی تو میرے دل کو مشغول رکھتا ہے۔

پھر ایک دن امام شافعی نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے مصر کو کیوں چھوڑا؟ میں نے کہا کہ دو وجہ سے۔ ایک وجہ یہ کہ وہاں ایک فرقہ ہے جو امام مالک کے اقوال کی پیروی کرتا ہے میں اس کے مطابق چلا لیکن پھر اس سے اکتا کر چھوڑ دیا۔ دوسرے ایک اور فرقہ ہے جو امام ابوحنیفہ کے اقوال کی پیروی کرتا ہے۔ میں نے اس کو اختیار کیا لیکن پھر اسے بھی اکتا کر چھوڑ دیا۔ اس پر امام شافعی نے کہا کہ میں اہل مصر کو ایک ایسی چیز پیش کروں گا جو انہیں امام مالک اور امام ابوحنیفہ دونوں کے اقوال سے ہٹا دے گی۔ ربیع کہتے ہیں کہ آپ نے مصر میں آ کر ایسا ہی کیا۔

(مناقب الشافعی للبیہقی جزء 1 ص 238)

جب آپ مصر میں داخل ہوئے تو اپنے ننھیال قبیلہ ازد کے پاس اترے۔ ہارون بن سعید الایلی کہتے ہیں کہ میں نے شافعی جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا وہ ہمارے پاس مصر آئے تو لوگوں نے کہا کہ قریش میں سے ایک شخص آیا ہے پس ہم ان کے پاس آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے آپ سے بہتر کسی کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا اور نہ ہی آپ سے حسین کوئی چہرہ دیکھا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے کلام کیا پس ہم نے آپ سے بڑھ کر زیادہ خوبصورت کلام کرنے والا نہیں دیکھا۔

(مناقب الشافعی للبیہقی جزء 1 ص 240)

مرض الموت اور وفات

حضرت امام شافعی مصر میں 200ھ تا 204ھ قریباً چار سال رہے۔ آپ بواسیر کے مرض میں مبتلا تھے۔ اس شدید مرض کے باوجود آپ نے تصنیف کا کام جاری رکھا۔ "کتاب الام" جو دو ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور "کتاب السنن" وغیرہ ان چار سالوں میں تصنیف و تالیف کیں۔

پھر 29 رجب 204ھ کو 54 سال کی عمر میں آپ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی وفات کے وقت آپ کے اصحاب آپ کے پاس جمع تھے اور ایک آدمی سورۃ یٰس پڑھ رہا تھا اور جب تک آپ کو کفن نہ دیا گیا سب کے سب وہیں کھڑے رہے۔

ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ جمعہ کے روز عصر کے بعد ہم نے انہیں دفن کیا اور جب ہم جنازہ سے لوٹ رہے تھے تو ہم نے شعبان 204ھ کا چاند دیکھا۔

(توالی التاسیس جزء 1 ص 196-194)

آپ کی قبر مصر میں جبل مقطم کے پاس اہل قریش کے مقبرہ میں مقابر بنی عبدالحکم کے درمیان ہے اور آپ کی قبر پر دو الواح نصب ہیں ایک سر کی طرف اور دوسری پاؤں کی طرف۔

ربیع کہتے ہیں کہ امام شافعی کی وفات سے قبل میں نے خواب میں آدمؑ کو دیکھا کہ وہ وفات پا گئے ہیں اور لوگ ان کے جنازے کے لئے نکل رہے ہیں۔ صبح ہوئی تو میں نے بعض اہل علم سے اس بارہ میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ زمین میں جو سب سے زیادہ صاحب علم انسان ہے اس کی وفات ہو جائے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ علّم آدم الاسماء کلھا۔ پس اس کے کچھ عرصہ بعد امام شافعی کی وفات ہو گئی۔ (مناقب الشافعی للرازی ص 34)

ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن مسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب ابوزرعہ الرازی کی وفات ہوئی تو میں نے انہیں خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے کہا کہ میرے بارہ میں یہ حکم دیا گیا کہ اسے ابوعبداللہ اور ابوعبداللہ اور ابوعبداللہ کے ساتھ رکھو۔ پہلے ابوعبداللہ امام مالک، دوسرے ابوعبداللہ امام شافعی اور تیسرے ابوعبداللہ امام احمد بن حنبل ہیں۔

(توالی التاسیس جزء 1 ص 196)

ازواج واولاد

آپ کی اہلیہ صنعاء (یمن) کی ایک عثمانیہ عورت تھیں جن کا نام حمدہ بنت نافع بن عنبسہ بن عمرو بن عثمان تھا۔ آپ کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ آپ کے بڑے بیٹے ابوعثمان محمد شام کے شہر حلب کے قاضی رہے اور دوسرے بیٹے ابوالحسن جو آپ کی ایک جاریہ سے تھے بچپن میں ہی وفات پا گئے۔ بیٹیوں کے نام زینب اور فاطمہ تھے۔

اساتذہ وتلامذہ

امام شافعی واحد امام ہیں جنہوں نے مختلف ممالک کے کثیر علماء و اساتذہ سے اکتساب علم کیا۔ یہاں صرف مشہور اہل فقہ، اہل فتاوی اور اہل علم اساتذہ کا ذکر کر دینا کافی ہے۔ امام رازی لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے والد امام ضیاء الدین عمر بن الحسین الرازی کی کتاب میں دیکھا کہ آپ کے 19 اساتذہ تھے۔ جن میں سے پانچ مکی۔ چھ مدنی اور چار عراقی تھے۔

ان تمام علماء سے آپ نے احادیث، آثار صحابہ اور فقہ و فتاوی کو پڑھا اور جرح وتعدیل کے اصول و قواعد کو محفوظ کیا۔

تلامذہ

امام شافعی کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ امام احمد بن حنبل کے استاد ہونے کی وجہ سے آپ کو استاذ الاساتیذ بھی کہا جاتا تھا۔

تصانیف

امام شافعی ایک اعلیٰ پایہ کے مصنف بھی تھے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر متعدد کتب لکھیں جن کی تعداد قریباً 104 بتائی جاتی ہے اور جہاں بھی آپ جاتے یا قیام فرماتے وہاں تالیف وتصنیف کا کام ضرور جاری رکھتے تھے۔ معروف کتب یہ ہیں:

كتاب الرسالة قديم، كتاب الرسالة جديد، كتاب الام، كتاب السنن، كتاب المبسوط، كتاب بيان فرض الله، احكام القرآن، جماع العلم، بياض الغرض، صفة الامر والنهى، ابطال الاستحسان، اختلاف الحديث، اختلاف العراقيين، اختلاف مالك و الشافعى، كتاب الرد على محمد بن الحسن، كتاب على و عبد الله، فضائل قريش وغیرہ۔ آپ نے اپنی اکثر تحریرات اپنی عمر میں ہی املاء کروا دی تھیں۔

صاحب علم وکمال

امام شافعی علم وفنون کے بحر بیکراں تھے۔ شاید ہی کوئی علم ایسا ہو جس کے متعلق آپ کو کچھ نہ کچھ علم نہ ہو۔ آپ علم قرآن، علم تفسیر، علم تاویل، علم حدیث، علم آثار صحابہ، علم تاریخ، علم نجوم، علم طب، علم الشعر، علم نحو، علم ادب، علم انساب، علم قیافہ، علم مناظرہ وغیرہ کے ماہر تھے۔

محدث وفقیہہ

آپ ایک باکمال محدث اور فقیہہ تھے۔ جنہوں نے علم حدیث کے متعلق بھی بہت کام کیا۔ آپ سے مروی احادیث کو مسند امام شافعی میں جمع کیا گیا۔ آپ نے حدیث کے اصول وضع کئے۔ حدیث قبول کرنے کے لئے شرائط مقرر کیں۔ تطبیق کے اصول و قواعد مقرر کئے۔ جرح وتعدیل کے ماہر

تھے۔آپ نے اس بات کو واضح کیا کہ حدیث قرآن کی ناسخ نہیں ہوسکتی۔اس زمانہ میں محدثین سوئے ہوئے تھے امام شافعی نے آکر ان کو جگایا۔امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اہل حدیث رسول اللہ ﷺ کے مفہوم کو سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ امام شافعی ہمارے پاس آئے اور انہوں نے اس معانی و مفہوم کو ہم پر کھول کر بیان کیا۔

(مناقب الشافعی للبیہقی جزء1 ص 301)

امام شافعی نے فقہ شافعی کی بنیاد رکھی۔آپ نے اپنی خداداد علمی وفکری صلاحیتوں اور مجتہدانہ بصیرت کی بناء پر قرآن و حدیث سے مسائل فقہ بیان کئے۔اصول فقہ اور فروع فقہ بیان کیں۔آپ کے فقہ کی بنیاد سب سے پہلے قرآن کریم پھر سنت و حدیث اور پھر اجماع صحابہ پر تھی۔آپ صحیح حدیث کی موجودگی میں قیاس کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ابن عینیہ کے پاس جب کوئی تفسیر یا فتویٰ پوچھنے آتا تو آپ امام شافعی کی طرف توجہ فرماتے اور کہتے کہ اس نوجوان سے پوچھیں۔

آپ وہ واحد فقہی امام ہیں جنہوں نے اپنی فقہ کے اصول خود اپنی زندگی میں مرتب کئے۔فقہ کی سب سے پہلی کتاب ''الرسالہ'' لکھی۔اس کے بعد مفصل و مدلل کتاب ''الام'' تحریر فرمائی۔آپ کے مقلدین شوافع کہلاتے ہیں جو فقہ حنفی کے ماننے والوں کے بعد سب سے زیادہ تعداد میں موجود ہیں۔

فصاحت وبلاغت کا شاہکار

امام شافعی فصیح اللسان تھے اور فصاحت و بلاغت میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔قبیلہ ہذیل میں رہ کر فصاحت لسانی کو صیقل کیا اور ان کے دیوان بھی حفظ کر لئے۔ آپ نے دس ہزار اشعار غرائب سمیت یاد کئے۔امام مالک کو آپ کی قراءت آپ کے فصیح ہونے کی وجہ سے بہت پسند آئی۔آپ نے بہت سے اشعار کہے اور قصیدے بھی لکھے۔امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ لغت میں امام شافعی کا کلام حجت ہے۔آپ نے قبیلہ ہذیل کے دیوان حفظ کئے ہوئے تھے۔جن کو آپ زبانی لکھوایا کرتے تھے۔مشہور شاعر اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے قبیلہ ہذیل کے شعراء کے شعر امام شافعی سے درست کروائے۔ (مناقب الشافعی للبیہقی جزء 2 ص 42-44) آپ محاورات اور امثال کا کثرت سے استعمال کرتے تھے۔امام شافعی نے عربی زبان میں ایسا درک پایا کہ مبرد نے آپ کے قول کو حجت قرار دیا۔ جاحظ نے آپ کی تحریر کو عمدہ قرار دیا گویا کہ آپ کی زبان موتی پروتی ہے۔ ابو العباس ثعلب نے آپ کو لغت کا گھر قرار دیا۔ ابو منصور ازہری، ابو سلیمان اور علامہ زمخشری و امام رازی نے زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

عقل وفراست

آپ عظیم عقل و فراست کے مالک تھے۔ ذہانت و فطانت کی اپنی مثال آپ تھے۔نہایت سریع الفہم تھے۔یونس بن عبدالاعلیٰ کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی سے بڑھ کر کوئی عقلمند نہیں دیکھا۔نیز ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ اگر نصف اہل دنیا کی عقل اور امام شافعی کی عقل کا وزن کیا جائے تو امام شافعی کی عقل کا پلڑا ہی بھاری ہوگا۔(توالی التاسیس جز1 ص 134) حمیدی بیان کرتے ہیں کہ میں اور امام شافعی مکہ سے نکلے اور ابطح میں ایک شخص سے ہم ملے۔میں نے امام شافعی سے پوچھا کہ اس شخص کا ذریعہ معاش کیا ہے؟ آپ نے فرمایا بڑھئی یا درزی۔ میں نے اس شخص سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ پہلے میں بڑھئی تھا آج کل درزی کا کام کر رہا ہوں۔

(مناقب الشافعی للبیہقی جزء2 ص 130)

ترغیب تحصیل علم

امام شافعی ایک عظیم عالم تھے اور آپ علم کے حصول کے ساتھ دوسروں کو بھی تلقین کیا کرتے تھے۔آپ فرماتے ہیں کہ علم حاصل کرنا نفلی نماز سے زیادہ افضل ہے۔ نیز فرمایا کہ جو دنیا حاصل کرنا چاہتا ہے وہ علم حاصل کرے اور جو آخرت (میں بھلائی) کا طلبگار ہے وہ بھی علم ہی حاصل کرے۔

(مناقب الشافعی للبیہقی جزء2 ص 139-138)

آپ فرماتے تھے کہ عربی سیکھو کیونکہ یہ عقل کو ثابت رکھتی ہے اور مروت میں بڑھاتی ہے۔

(مناقب الشافعی للبیہقی جزء1 ص 282)

اخلاق وفضائل

امام شافعی ایک متقی، پرہیزگار اور عبادت گزار انسان تھے۔آپ نے اپنی رات کے تین حصے تقسیم کئے ہوئے تھے ایک حصہ میں کتابت کا کام، دوسرے حصے میں عبادت اور تیسرے میں استراحت فرمایا کرتے تھے۔قرآن کریم کی تلاوت کا بہت شغف رکھتے تھے۔ رمضان میں قرآن کریم کے متعدد دور کیا کرتے تھے۔آپ بہت عمدہ قراءت کے مالک تھے۔ بحر بن نصر کہتے ہیں کہ میں نے شافعی کے زمانہ میں شافعی سے بڑھ کر کوئی اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے والا اور پرہیزگار نہیں دیکھا اور نہ ہی قرآن کو خوبصورت آواز میں پڑھنے والا سنا۔

(مناقب الشافعی للبیہقی جزء2 ص 158)

آپ کو جھوٹ سے سخت نفرت تھی۔

امام شافعی ایک عالم باعمل تھے۔آپ سنت و حدیث کی حمایت کیا کرتے تھے اور اس پر عمل کرنا اپنا نصب العین سمجھتے تھے۔ اسی لئے آپ کو مکہ میں ''ناصر الحدیث'' کا لقب ملا۔امام شافعی کہتے ہیں کہ اگر تم میری کتاب میں سنت رسول ﷺ کے خلاف کوئی بات دیکھو تو اسے ترک کر دو اور سنت رسول پر عمل کرو۔'' (توالی التاسیس ص 63)

نیز فرمایا: جب تم دیکھو کہ رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث مجھ تک پہنچی ہو اور میں نے اس پر عمل نہ کیا ہو تو جان لینا کہ میری عقل ختم ہو چکی ہے۔

(مناقب الشافعی للبیہقی جزء1 ص 472)

ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ امام شافعی نے کہا کہ مجھے کھڑے ہونے کی حالت میں پانی پلاؤ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بھی کھڑے ہونے کی حالت میں پانی پیا تھا۔

(مناقب الشافعی للبیہقی جزء1 ص 480)

امام شافعی کی ابتدائی زندگی غربت و افلاس سے گزری لیکن بعد میں یہ غربت جاتی رہی۔جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی نعمتوں سے فیض یاب کیا تو آپ نے ان نعمتوں میں غرباء و مساکین کا حق بھی ادا کیا۔ایک مرتبہ جب آپ صنعاء سے مکہ آئے تو آپ کے پاس دس ہزار دینار تھے جو آپ نے مکہ سے باہر ہی محتاجوں اور مسکینوں میں تقسیم فرما دیئے۔

(حلیۃ الاولیاء جز9 ص 130)

آپ اپنی ساری زندگی سخاوت کی صفت سے متصف رہے۔

غزل
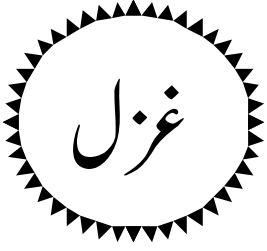
جگر میں تازہ ہیں سوز اُن کے، نہ اُن کی یادیں پرانیاں ہیں
غموں کی سولی پہ چڑھنے والی نہ جانے کتنی جوانیاں ہیں

ستم تو دیکھو ہمارے آنسو تمہاری آنکھوں سے بہہ رہے ہیں
زمانے بھر میں زہے مقدر یہ کیسی کیسی کہانیاں ہیں

جو اپنے حق میں گواہ بن کر پہنچ گئی ہیں فلک پہ آخر
وہی دعائیں تو اپنے صدق و صفا کی روشن نشانیاں ہیں

جو نفرتوں کی زبان بن کر سنا رہے ہیں انا کے قصے
انہی میں پنہاں زباں کی تلخی، انہی کی ریشہ دوانیاں ہیں

رہِ وفا میں تری طلب نے کیا ستم عظیم مجھ پر
بصد محبت مرے قلم نے رقم جو کیں خوش بیانیاں ہیں

تری عطا کو سموئے دل میں، کہاں طلب کی مجال یارب
صدا بہ صحرا دعا ہے میری جواب میں لن ترانیاں ہیں

وہ جذبہء دل عطا ہو یارب کہ تیرے در سے اُٹھے نہ آدم
وہ جس کی ہستی پہ تیری رحمت کی اَن گنت مہربانیاں ہیں

آدم چغتائی

واقفین زندگی کا اخلاص، بے نفسی اور صبر و رضا

واقفین کی طرف سے حضرت میر داؤد احمد صاحب کا ایک تاریخی خط

1972ء کی مجلس مشاورت کے ایجنڈے میں ایک تجویز یہ بھی تھی کہ واقف زندگی کے لئے قوانین میں نرمی پیدا ہونی چاہئے اور یہ بھی کہ غیر ممالک میں بھجواتے وقت نوجوان (مربیان) کے ہمراہ ان کی بیویوں کو بھی بھجوایا جائے۔

یہ تجویز جب شوریٰ میں نمائندگان کے سامنے پیش ہوئی تو اس کے خلاف کچھ غیر واقفین نمائندگان نے اپنی رائے حضرت خلیفۃ المسیح اور نمائندگان مجلس شوریٰ کے سامنے پیش کی۔ اس موقع پر محترم سید میر داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ نے اپنے جذبات کے اظہار کے لئے اپنا ایک خط پڑھ کر سنایا، جو ایجنڈا کو پڑھ کر آپ نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت میں لکھا تھا۔ یہ خط آپ کے اخلاص اور للّٰہی وقف کی ایک بہترین مثال ہے۔

محترم میر داؤد احمد صاحب نے نمائندگان سے خطاب کرتے ہوئے اس موقع پر فرمایا:

جب ایجنڈا میری نظر سے گزرا اور اس میں، میں نے ایک تجویز دیکھی کہ واقفین زندگی کے لئے جو شرائط رکھی گئی ہیں، وہ نرم ہونی چاہئیں۔ تو اس سے مجھے کتنی تکلیف پہنچی اور کتنا صدمہ ہوا، وہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میں نے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بڑی دعا اور سوچ کے بعد اپنے جذبات کے اظہار کے لئے ایک عریضہ لکھا، میں وہی نمائندگان کی خدمت میں یہاں پیش کر دیتا ہوں۔

سیّدی! السلام علیکم......

مؤدبانہ عرض ہے کہ مجلس مشاورت کے ایجنڈے میں ایک تجویز یہ رکھی گئی ہے کہ وقف زندگی کی شرائط کو نرم کر دیا جائے تا کہ جماعت کے دوست زیادہ ذوق اور شوق کے ساتھ اپنی زندگیاں وقف کریں اور مثال کے طور پر یہ بات کہی گئی ہے کہ آئندہ (مربیان) کو باہر بھجواتے ہوئے ان کے اہل وعیال کو ساتھ بھجوایا جائے۔

اس تجویز کو پڑھ کر خدا شاہد ہے کہ مجھے بھی اور میرے بہت سے واقف زندگی ساتھیوں کو بھی سخت صدمہ ہوا۔ فیصلہ حضور کے اختیار میں ہے اور جو فیصلہ حضور فرماویں گے اسی میں برکت ہوگی۔ مگر ہم اس بارہ میں اپنے جذبات کے اظہار کی اجازت چاہتے ہیں۔ ہم نے تو محض اللہ تعالیٰ کی خاطر زندگی وقف کی تھی اور اپنا سب کچھ اس کے حضور میں پیش کیا تھا۔ اس وقت حضور اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں، اس لئے ہم نے حضور کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیا ہے کہ جس طرح چاہیں اور جس طرح اللہ تعالیٰ کا منشاء ہو، اس کے سلسلہ کی خدمت کے لئے ہم سے کام لیں۔ جہاں چاہیں، رکھیں۔ جس طرح چاہیں، رکھیں اور اگر بھٹی میں جھونکنے کی ضرورت محسوس کریں تو بے دریغ بھٹی میں جھونک دیں۔ ہمیں نہ کسی بدلہ کی خواہش ہے اور نہ ہمارا کوئی مطالبہ ہے۔ بلکہ اس کے تصور سے ہی ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور خوف سے کپکپی طاری ہو جاتی ہے کہ اپنے اس محسن حقیقی اور خالق اور مالک کے سامنے کچھ شرطیں یا مطالبے پیش کریں۔ یا کوئی اور شخص ہمارے متعلق یہ وہم کرے کہ ہمارے بھی کچھ مطالبے ہوں گے۔ ہم نے کسی دنیوی سودے بازی کے لئے اپنی زندگیاں پیش نہیں کیں۔ بلکہ محض اس کی رضا اور اس کی خوشنودی اور اس کی مغفرت اور اس کی پناہ میں آ جانے کے لئے زندگیاں وقف کی ہیں۔ اگر ہمارا وقف قبول ہو جائے تو ہمارے لئے دنیا اور آخرت میں فلاح ہی فلاح ہے۔ ہمارے دل تو ہر وقت اس خوف سے کانپتے رہتے ہیں کہ کہیں اپنے گناہوں اور بدبختیوں کی وجہ سے رد نہ کر دیئے جائیں۔ ہم پر تو اللہ تعالیٰ اور اس کے خلفاء کا یہ ایک عظیم احسان ہے کہ انہوں نے ہماری کمزوریوں اور نالائقیوں کے باوجود سلسلہ کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹانے کا موقع عطا فرمایا۔ ہم تو اپنے آپ کو شکر ادا کرنے کے قابل بھی نہیں پاتے۔ ؎

اگر ہر بال ہو جائے سخنور
تو پھر بھی شکر ہے امکاں سے باہر

سیّدی! وقف زندگی ایک طبعی جذبہ ہے، جو انسان کی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے۔ اس کا ذکر قرآن کریم میں یوں آتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی ...... (التوبہ: 111)

ہم تو اس میں اپنی سعادت سمجھتے ہیں اور اپنے آپ کو خوش قسمت جانتے ہیں کہ اپنی جان، مال، اہل وعیال، وقت، طاقت، عزت اور جو کچھ بھی ہمارا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کر دیں اور وہ محض اپنے فضل سے اور رحمت سے اور اپنی مغفرت سے فَتَقَبَّلَھَا ...... (آل عمران: 38) والا سلوک ہم سے کرے۔

ہم تو اسے اپنے دل کے راحت اور اپنے سر کا تاج خیال کرتے ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ یہ ہم سے چھین لیا جائے یا اسے بدنما کر دیا جائے۔ میں علیٰ وجہ البصیرت کہہ سکتا ہوں کہ مجھ سے پہلے زندگی وقف کرنے والے بزرگ، جن میں سے بیسیوں یہاں موجود ہیں اور بیسیوں جو میدان جہاد میں باہر گئے ہوئے ہیں اور میرے وہ شاگرد جو اس وقت پاکستان یا بیرون پاکستان میدان عمل میں حاضر ہیں، ان کی تعداد 80 (اسّی) سے اوپر پہنچ رہی ہے اور میرے موجودہ شاگرد جو تعلیم حاصل کر رہے ہیں، سب کے سب الّا ماشاء اللہ یہی جذبات رکھتے ہیں اور ہرگز ہرگز اپنے وقف کو کمزور یا نرم کئے جانے کے خواہشمند نہیں ہیں۔ میں بھی وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر وقف بلاشرط نہ ہوتا بلکہ اس میں کچھ مطالبات کئے جانے یا مراعات حاصل کرنے کا راستہ کھلا ہوتا شاید ہم میں سے بہت سے اسے ایک معمولی امدادی خیر خیال کر کے قابل التفات نہ سمجھتے۔ ہماری توجہ اور دلوں کو تو اس بات نے کھینچا ہے کہ خدا کے حضور میں سب کچھ دے دینے اور اس کی رضا کے حصول کی امید کا ایک دروازہ ہمیں کھلا نظر آیا اور ہم اس میں گرتے پڑتے لنگڑاتے لڑکھڑاتے داخل ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سو ہماری مؤدبانہ درخواست ہے کہ ہمارے سروں کے اس تاج کو نہ اتارا جائے اور اس بے بہا موتی کو میلا نہ کیا جائے اور اس دروازہ کو جو امت کے درد مندوں کے لئے کھولا گیا ہے، بند نہ کیا جائے۔

والسلام
خاکسار
سیّد داؤد احمد

☆......☆......☆

ثابت قدم رہنے والوں پر خدا کے فرشتے اترتے ہیں

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

☆ چھٹا وسیلہ اصل مقصود کے پانے کے لئے استقامت کو بیان فرمایا گیا ہے یعنی اس راہ میں درماندہ اور عاجز نہ ہو اور تھک نہ جائے اور امتحان سے ڈر نہ جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔...... (حٰمٓ السجدۃ: 31,32) یعنی وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور باطل خداؤں سے الگ ہو گئے پھر استقامت اختیار کی یعنی طرح طرح کی آزمائشوں اور بلا کے وقت ثابت قدم رہے۔ ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ تم مت ڈرو اور مت غمگین ہو اور خوش ہو اور خوشی میں بھر جاؤ کہ تم اس خوشی کے وارث ہو گئے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ ہم اس دنیوی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے دوست ہیں۔ اس جگہ ان کلمات سے یہ اشارہ فرمایا کہ استقامت سے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ یہ سچ بات ہے کہ استقامت فوق الکرامت ہے۔ کمال استقامت یہ ہے کہ چاروں طرف بلاؤں کو محیط دیکھیں اور خدا کی راہ میں جان اور عزت اور آبرو کو معرض خطر میں پاویں اور کوئی تسلی دینے والی بات موجود نہ ہو یہاں تک کہ خدا تعالیٰ بھی امتحان کے طور پر تسلی دینے والے کشف یا خواب یا الہام کو بند کر دے اور ہولناک خوفوں میں چھوڑ دے۔ اس وقت نامردی نہ دکھلاویں اور بزدلوں کی طرح پیچھے نہ ہٹیں۔ اور وفاداری کی صفت میں کوئی خلل پیدا نہ کریں۔ صدق اور ثبات میں کوئی رخنہ نہ ڈالیں۔ ذلت پر خوش ہو جائیں۔ موت پر راضی ہو جائیں اور ثابت قدمی کے لئے کسی دوست کا انتظار نہ کریں کہ وہ سہارا دے۔ نہ اس وقت خدا کی بشارتوں کے طالب ہوں کہ وقت نازک ہے اور باوجود سراسر بے کس اور کمزور ہونے کے اور کسی تسلی کے نہ پانے کے سیدھے کھڑے ہو جائیں اور ہر چہ بادا باد کہہ کر گردن کو آگے رکھ دیں اور قضاء وقدر کے آگے دم نہ ماریں اور ہرگز بے قراری اور جزع فزع نہ دکھلاویں جب تک کہ آزمائش کا حق پورا ہو جائے۔ یہی استقامت ہے جس سے خدا ملتا ہے۔

☆ یہی وہ چیز ہے جس کی رسولوں اور نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کی خاک سے اب تک خوشبو آ رہی ہے۔ اسی کی طرف اللہ جلّ شانہٗ اس دعا میں اشارہ فرماتا ہے۔...... (الفاتحۃ: 6و7) یعنی اے ہمارے خدا! ہمیں استقامت کی راہ دکھلا۔ وہی راہ جس پر تیرا انعام و اکرام مترتب ہوتا ہے اور تو راضی ہو جاتا ہے۔ اور اسی کی طرف اس دوسری آیت میں اشارہ فرمایا...... (الاعراف: 127) اے خدا! اس مصیبت میں ہمارے دل پر وہ سکینت نازل کر جس سے صبر آ جائے۔

اور ایسا کر کہ ہماری موت (دین حق) پر ہو۔

جاننا چاہئے کہ دکھوں اور مصیبتوں کے وقت میں خدا تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کے دل پر ایک نور اتارتا ہے جس سے وہ قوت پا کر نہایت اطمینان سے مصیبت کا مقابلہ کرتے ہیں اور حلاوت ایمانی سے ان زنجیروں کو بوسہ دیتے ہیں جو اس کی راہ میں ان کے پیروں میں پڑیں۔ جب باخدا آدمی پر بلائیں نازل ہوتی ہیں اور موت کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں تو وہ اپنے رب کریم سے خواہ نخواہ کا جھگڑا شروع نہیں کرتا کہ مجھے ان بلاؤں سے بچا۔ کیونکہ اس وقت عافیت کی دعا میں اصرار کرنا خدا تعالیٰ سے لڑائی اور موافقت تامہ کے مخالف ہے۔ بلکہ سچا محبّ بلا کے اترنے سے اور آگے قدم رکھتا ہے اور ایسے وقت میں جان کو ناچیز سمجھ کر اور جان کی محبت کو الوداع کہہ کر اپنے مولیٰ کی مرضی کا بکلی تابع ہو جاتا ہے اور اس کی رضا چاہتا ہے۔ اسی کے حق میں اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے۔...... (البقرۃ: 208) یعنی خدا کا پیارا بندہ اپنی جان خدا کی راہ میں دیتا ہے اور اس کے عوض میں خدا کی مرضی خرید لیتا ہے۔ وہی لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کی رحمت خاص کے مورد ہیں۔ غرض وہ استقامت جس سے خدا ملتا ہے اس کی یہی روح ہے جو بیان کی گئی۔ جس کو سمجھنا ہو سمجھ لے۔